سورۃ النبا کی ابتدائی آیات میں ذکر کردہ منتخب تقابلی مباحث (نبا عظیم اور عقیدہ آخرت) کا علمی و تحقیقی جائزہ تفسیر حقانی کی روشنی میں

A Scholarly and Analytical Study of the Selected Comparative Discussions Mentioned in the Opening Verses of Surah Al-Naba (The Great News and the Belief in the Hereafter) in the Light of Tafsir Haqqani

DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.16879836

*Zaheer Ud Din

**Dr. Syed Naeem Badshah

Abstract

The primary focus of these verses is to elucidate the reality of Qiyamah (Resurrection) and the Hereafter. Addressing those who reject the concept of divine recompense for human actions, the Qur'an delivers the momentous news of an inevitable day when the present world will cease to exist, humanity will be resurrected, and every individual will be rewarded or punished according to their deeds. For the insightful and reflective mind, this is indeed the Great News—a profound message that unsettles those who live without restraint, pursuing worldly desires, and believing that life ends with mere worldly existence.

The disbelievers persistently, and with incredulity, questioned the Holy Prophet (ﷺ) regarding the timing and nature of that Day. These verses explore the varied modes of questioning and the diversity of opinions surrounding them. The exegeses of "An-Naba Al-'Azim" are presented, incorporating the perspectives of renowned Mufassirun (Qur'anic commentators). The discussion further examines the positions of different religious traditions on the nature of the soul (ruh). In addition, the reasons behind the polytheists' denial of the Hereafter are analyzed, shedding light on the intellectual and moral grounds for their rejection.

Keywords: *Qiyamah, Hereafter, Reward , Punishment, Great News,*

تمہید: ان آیات کا بنیادی موضوع قیامت اور آخرت کی حقیقت کو واضح کرنا ہے۔ ان انسانی اعمال کی جزاء وسزا کے منکروں کو ایک آنے والے دن کی خبر دی کہ ایک دن آنے والا ہے جس میں یہ دنیا زیر وزبر ہو جائے گی اور انسان باید گر زندہ ہوں گے اور ان کے نیک وبد اعمال کی ان کو جزاء وسزا ملے گی (یہ خبر عقلمند کے نزدیک البتہ بڑی خبر ہے۔ کس لیے کہ شتر بے مہار ہو کر نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے والوں اور پھر سلسلۂ حیات کو اسی حیات پر تمام سمجھنے والوں کو ایک سخت پریشانی کا سبب اور نہایت فکر کی بات ہے) تب وہ کفار بار بار تعجب کی راہ سے حضرت نبی ملی تمام سے دریافت کرتے تھے کہ کب وہ دن ہے اور یہ کیونکر ہوگا۔ تساول کی صورتوں اور مختلف اراء کو بیان کیا ہے۔ "نبا عظیم" مفسرین کی آراء کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ مشرکین کا آخرت کا انکار اور اس کی وجوہات بیان کی۔

....

*M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies, University of Agriculture, Peshawar

**Co, Supervisor Department of Islamic Studies, University of Agriculture, Peshawar

عَمَّ يَتَسَآءَلُونَ .عَنِ ٱلنَّبَإِ ٱلْعَظِيمِ (2)ٱلَّذِى هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ (3) كَلَّا سَيَعْلَمُونَ (4) ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ.

ترجمہ: وہ کیا پوچھ رہے ہیں ہم؟ کیا وہ بڑی خبر؟ (حادثہ قیامت) کہ جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ ایسا نہ کرنا چاہیے عنقریب جان لیں گے (ہم) پھر (کہتے ہیں) ایسا نہ کرنا چاہیے ابھی جان لیں گے۔

شان نزول:

شان نزول اس کا یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مکہ میں مبعوث ہوئے اور ان انسانی اعمال کی جزاء و سزا کے منکروں کو ایک آنے والے دن کی خبر دی کہ ایک دن آنے والا ہے جس میں یہ دنیا زیر وزبر ہو جائے گی اور انسان باید گر زندہ ہوں گے اور ان کے نیک و بد اعمال کی ان کو جزاء و سزا ملے گی (یہ خبر عقلمند کے نزدیک البتہ بڑی خبر ہے۔ کس لیے کہ شتر بے مہار ہو کر نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے والوں اور پھر سلسلۂ حیات کو اسی حیات پر تمام سمجھنے والوں کو ایک سخت پریشانی کا سبب اور نہایت فکر کی بات ہے) تب وہ کفار بار بار تعجب کی راہ سے حضرت نبی ملی تمام سے دریافت کرتے تھے کہ کب وہ دن ہے اور یہ کیونکر ہو گا کہ بوسیدہ ہڈیاں پھر زندہ ہوں گی۔ ان کے اس سوال اور تعجب کا ان آیات میں ذکر کرتا ہے [1]

مولانا عبدالحقؒ کی رائے کے مطابق تساؤل کا مفہوم:

مولانا عبدالحقؒ نے تساؤل کی تعیین کے بارے میں اقوال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے:

"فقال: "عَمَّ يَتَسَآءَلُونَ" کہ یہ لوگ کیا پوچھ رہے ہیں؟ خدا تعالی کو معلوم تھا کہ جس چیز کا وہ سوال کرتے تھے مگر یہ ایک محاورہ ہے کہ جب کوئی بڑی بات پوچھتا ہے یا چاہتا ہے تو کہتا ہے کیا پوچھتا ہے۔ کیا چاہتا ہے یعنی یہ پوچھنے اور چاہنے کی چیز نہیں۔ تساؤل باہم سوال کرنا ایک دوسرے سے پوچھنا۔ یہ پرلے کون تھے؟ بظاہر کفار تھے کہ تعجب و انکار و تمسخر کی راہ سے آپس میں چرچا کرتے اور پوچھتے تھے۔ فراء کہتے ہیں تساؤل بات چیت کو بھی کہتے ہیں۔ اگرچہ باہم سوال و جواب نہ ہو کما فی قولہ تعالی واقبل بعضھم علی بعض یتساءلون قال قائل منھم ان کان لی قرین یقول ائنک لمن الصدقین۔"

تساؤل کا معنی:

لسان العرب میں علامہ ابن منظور افریقی [2] فرماتے ہیں کہ تساؤل کا معنی ہے بعض کا بعض سے پوچھنا۔ [3]

امام رازی رحمہ اللہ [4] نے تفسیر رازی میں تساؤل کا ایک معنی یہ بیان کیا ہے کہ وہ اپس میں نبا عظیم کے بارے میں باتیں کرتے تھے، جس میں سوال و جواب نہیں تھا۔ [5]

مولانا عبدالحقؒ نبا عظیم کے بارے میں سائلین کے بارے میں مفسرین کی آرام پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تساؤل کی تعین:

ابو منصور ماتریدی [6] فرماتے ہیں کہ تساؤل کے بارے میں اختلاف ہیں، چنانچہ انہوں نے تین اقوال بیان کیے ہیں:

1۔ کفار آپس میں نبی علیہ السلام کے بارے میں سوال کرتے تھے کہ ایا اپ نبی ہیں یا نہیں۔

2۔ ان کا آپس میں سوال قران سے متعلق تھا کہ آیا قرآن من جانب اللہ یا نہیں۔

3۔ یا وہ آپس میں پوچھتے تھے کہ ہم اس کتاب کی مثل پیش کرنے پر قادر ہیں یا نہیں۔[7]

مولانا عبد الحقؒ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جمہور کے نزدیک یہ پوچھنے یا چرچا کرنے والے کفار تھے کس لیے کہ اس کے بعد "کلا سیعلمون اور ھم فیہ مختلفون" میں ضمیر میں کفار کی طرف پھرتی ہیں۔ اس لیے "یتساءلون" کی ضمیر بھی ان ہی کی طرف پھرنی چاہیے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مسلمان و کفار باہم ایک دوسرے سے پوچھتے تھے۔ کفار مسلمانوں پر شبہات پیش کرتے تھے۔ وہ جواب دیتے تھے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ مسلمان و کفار سب آنحضرت ملاہم سے پوچھتے تھے مسلمان اس لیے کہ اور بھی یقین قوی ہو جاوے اور کفار تمسخر کی راہ سے یا شکوک و شبہات وارد کرنے کی غرض سے۔"

سوال کرنے والے کون تھے؟

1۔ اکثر مفسرین کے نزدیک باہم سوال کرنے والے مشرک تھے۔ امام رازی رحمہ اللہ نے اس کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ اگلی آیت میں "کلا سیعلمون ثم کلا سیعلمون" میں دھمکی دی گئی ہے اور دھمکی کفار کو دی جاتی ہے۔[8]

2۔ بعض مفسرین کے نزدیک سوال کرنے والے مسلمان اور کافر دونوں تھے۔ مسلمانوں کا سوال کرنا یقین میں اضافہ کرنے کے لیے تھا اور کفار کا سوال کرنا استہزا اور شکوک و شبہات کی وجہ سے تھا۔

امام رازی نے ایک احتمال یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان سب کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آخرت کے وعدے سے متعلق سوال تھا۔[9]

نبا عظیم کے بارے میں مولانا کے ذکر کردہ اقوالِ مفسرین:

نبا عظیم کی وضاحت کرتے ہوئے مفسر علام مولانا عبد الحقؒ فرماتے ہیں:

"پھر آپ ہی فرماتا ہے "عن النباء العظیم الذی مختلفون"۔ اس بڑی چیز سے سوال کرتے ہیں کہ جس میں اختلاف کر رہے ہیں یعنی کیا وہ بڑی خبر پوچھ رہے ہیں؟ جس کا پوچھنا اور تعجب کرنا لازم نہیں۔ لفظ عظیم اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ وہ تو ایک بڑی بھاری بات ہے۔ اس کی عظمت دلوں پر خود بخود اثر ڈال رہی ہے۔ بشرطیکہ دونوں پر حجاب ظلمانی اس اثر سے روکنے والے نہ ہوں اور جملہ "ھم فیہ مختلفون" بھی اس طرف اشارہ کر رہا ہے کس لیے کہ اختلاف کرنا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ اس بڑی خبر کے بطلان پر بھی ان کے پاس کوئی برہان قاطع اور تسلی بخش دلیل نہیں بلکہ محض توہمات ہیں۔ پھر ان کے زور پر الہامی باتوں پر اس قدر انکار اور اصرار حماقت ہے۔"

نبا اور خبر میں فرق:

معجم الفروق میں ہے کہ نبا ایسی چیز کے بارے میں خبر دینا جس کے بارے میں مخبر کو معلوم نہ ہو۔اور خبر عام ہے چاہے مخبر کو معلوم ہو یا نہ ہو۔

نبا کے ذریعے کسی عظیم الشان چیز کے بارے میں خبر دینا ہوتا ہے، جبکہ خبر عام ہے چاہے مخبر عنہ عظیم ہو یا نہ ہو۔

امام راغبؒ[10] فرماتے ہیں کہ نبا بڑے فائدے والی خبر کو کہتے ہیں جس کے ذریعے علم یقینی یا غالب گمان حاصل ہو۔[11]

نبا عظیم کا مصداق:

1۔ اکثر مفسرین جیسے ابن عباس، امام مجاہد[12] وغیرہ نے اس سے مراد قران لیا ہے۔[13]

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے نبا عظیم کے بارے میں فرمایا کہ ابن عباس[14] رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس سے قران مراد ہے۔اس کی دلیل میں ایت قرانی پیش کی ہے: "قل ھو نبا عظیم انتم عنہ معرضون" لہذا قرآن ہی نبا اور خبر ہے۔[15]

2۔ قتادہ[16] رحمہ اللہ نے اس سے مراد موت کے بعد دوبارہ اٹھنا لیا ہے۔[17]

3۔ بعض مفسرین نے رسالت مراد لی ہے۔[18]

اختلاف کرنے والے کون؟

☆ تفسیر مظہری میں ہے "ھم فیہ مختلفون" میں "ہم" ضمیر کا مرجع وہی ہے جو "یتساءلون" کی ضمیر کا ہے اور وہ کفار مکہ ہیں۔کیونکہ ان کا سوال استہزا اور انکار کی بنیاد پر تھا، تو اس آیت کا معنی ہو گا کہ ان میں سے بعض لوگ قیامت کا یقینی طور پر انکار کرتے ہیں اور بعض لوگ محض شک کا اظہار کرتے ہیں۔

اور یہ احتمال بھی موجود ہے کہ "یتساءلون" کی ضمیر اہل مکہ کی طرف لوٹ رہی ہو، چاہے وہ مومن ہو یا کافر۔اس صورت میں معنی یہ ہو گا کہ ان میں سے کچھ لوگ جو قیامت کی تصدیق کرتے ہیں اور اس بارے میں ان کا سوال اس لیے تھا کہ وہ حقیقت حل سے باخبر ہو جائے اور ان کے یقین میں مزید اضافہ ہو۔اور ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو قیامت کا انکار کرتے ہیں اور انکار و استہزا کے طور پر اس بارے میں پوچھتے ہیں۔[19]

کفار کو دھمکی:

حسن[20] رحمہ اللہ کے بقول "کلا سیعلمون ثم کلا سیعلمون" سے یکے بعد دیگرے وعید ہیں۔[21]

امام ضحاک[22] رحمہ اللہ نے کہا کہ پہلے جملہ کا تعلق کفار کے ساتھ ہے کہ وہ جان لیں گے۔اور دوسرے جملے کا تعلق مومنین کے ساتھ ہے کہ وہ جان لیں گے۔[23] کلا سیعلمون ثم کلا سیعلمون:

حسن بصری رحمہ اللہ کے نزدیک یہ دو وعیدیں ہیں اور دونوں کفار کے لیے ہیں:

پہلا وعید: یہ ہے کہ عنقریب مشرکین اس عذاب کو جان لیں گے جو انہیں روزِ قیامت ملے گی۔
دوسرا وعید: مشرکین اس عذاب کو جان لیں گے جو انہیں جہنم میں ملے گی۔[24]

کلا حرف ردع:

کلا حرف ردع کا معنی ہے "روکنا، یا کسی کو کسی فعل سے باز رکھنا"۔[25]

علامہ ابن کثیر[26] اس مقام پر لکھتے ہیں کہ "کلا" کا معنی روکنا یا انکار کرنا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کفار اور منکرین کو سختی سے تنبیہ فرمارہے ہیں کہ جو باتیں تم جھٹلا رہے ہو، عنقریب تمہیں ان کی حقیقت معلوم ہو گی۔ اس طرح "کلا" یہاں کفار کو ان کی جھوٹی باتوں سے روکنے اور انہیں خبردار کرنے کے معنی میں ہے۔[27]

لسان العرب میں ہے: "الردع: الزجر والمنع" یعنی ردع کا معنی روکنا اور منع کرنا ہے۔[28]

امام رازیؒ اپنی تفسیر "تفسیر کبیر" میں لکھتے ہیں کہ "کلا" کا لفظ یہاں انکار کے لئے آیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "نہیں، ایسا نہیں ہے جس طرح یہ لوگ قیامت کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔" یہاں "کلا" کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کی قیامت اور آخرت کے بارے میں جھوٹی سوچوں کو رد کیا جائے اور انکار کیا جائے۔[29]

روح کے بارے میں مشرکین اور حکماء کی رائے:

روح کی تصور پر مولانا عبدالحقؒ نے ان کی باطل عقائد پر کلام کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"قیامت کا اکثر عرب کو انکار تھا اور تعجب سے کہتے تھے، اذا متنا و کنا ترابا ذلک رجع بعید۔ اور کچھ قائل بھی تھے۔ نصاری معاد جسمانی کے منکر تھے صرف معاد روحانی کے قائل تھے بلکہ اب بھی ہیں۔ یہود کے بعض فرقے بالکل قیامت کے منکر تھے اور ہنود تناسخ کے پیرایہ میں سزاء و جزاء کے قائل ہیں۔ پھر قیامت کی کیفیت میں بھی سخت اختلاف تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ مرکز انسان کی روح جنوں یا فرشتوں میں مل جاتی ہے اور اس کا نام قیامت ہے۔ پھر اس عالم میں اس جسم سابق میں آنا محال ہے اور نہ یہ آسمان و زمین فنا ہوں گے نہ عناصر بلکہ جس طرح یہ قدیم ہیں اسی طرح ابدی بھی ہیں۔ البتہ ان سے باہم ترکیب پا کر جو چیزیں پیدا ہوتی ہیں وہ حادث ہیں اور وہی فنا پذیر بھی ہیں۔ ان سب کے جواب میں فرماتا ہے کلا سیعلمون تمہارے خیالات صحیح نہیں ہیں عنقریب مرنے کے بعد تم کو معلوم ہو جاوے گا شہ، ہم پھر کہتے ہیں کلا تمہارے خیالات صحیح نہیں۔ سیعلمون تم کو قیامت اور اس کی اصلی کیفیت عنقریب معلوم ہو جاوے گی کس لیے کہ دنیا روزے چند ہے۔"

اہلِ کتاب کے نزدیک تصورِ قیامت:

یہود و نصاریٰ (یہودی اور عیسائی) دونوں مذاہب میں قیامت یا آخرت کا تصور موجود ہے، لیکن ان کا نظریہ اور تفص

یلات اسلام سے مختلف ہیں۔

1. یہودی عقیدہ (Judaism):

یہودیت میں قیامت کے بارے میں کوئی ایک متفقہ عقیدہ نہیں ہے، بلکہ مختلف ادوار اور مکاتب فکر میں اس کے بارے میں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔

قدیم یہودی عقائد میں قیامت کا کوئی واضح تصور نہیں تھا۔ تورات (پہلی پانچ کتابیں) میں زیادہ تر دنیاوی زندگی اور قوم کی نجات پر زور دیا گیا ہے۔

بعد میں، یہودی علماء اور فلاسفہ نے قیامت کے بارے میں نظریات پیش کیے، جن میں مردوں کا دوبارہ زندہ ہونا (Resurrection of the Dead) شامل ہے۔ خاص طور پر، تلمود اور میسحا کی آمد سے متعلق کتب میں آخرت کا ذکر ملتا ہے۔

زیادہ تر یہودی مکاتب فکر قیامت اور آخرت کو روحانی زندگی یا خدا کے ساتھ ایک نیا تعلق قرار دیتے ہیں۔ قیامت کے دن، بعض مکاتب فکر کے مطابق، مرنے والے دوبارہ زندہ ہوں گے اور خدا کے سامنے حساب دیں گے۔ (حوالہ)

2. عیسائی عقیدہ (Christianity):

عیسائیت میں قیامت کا تصور بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور اسے مسیح کی آمد ثانی (Second Coming of Christ) سے جوڑا جاتا ہے۔

مسیح کی آمد ثانی: عیسائی عقائد کے مطابق حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) قیامت کے قریب دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور آخری فیصلہ کریں گے۔

آخری عدالت (Judgment Day): عیسائیت میں یقین کیا جاتا ہے کہ قیامت کے دن سب لوگ زندہ کیے جائیں گے اور خدا ان کے اعمال کا حساب لے گا۔ اچھے اعمال کرنے والے جنت میں جائیں گے اور برے اعمال والے جہنم میں۔

مردوں کا دوبارہ زندہ ہونا: عیسائیوں کا ایمان ہے کہ مرنے والے دوبارہ زندہ ہوں گے، اور ابدی زندگی حاصل کریں گے۔ بعض مکاتب فکر اس کو جسمانی طور پر زندہ ہونے کے طور پر دیکھتے ہیں جبکہ بعض روحانی زندگانی کے طور پر۔

خلاصہ یہ کہ یہودیت میں قیامت کا تصور زیادہ متنوع اور مختلف مکاتب فکر میں مختلف ہے، جبکہ عیسائیت میں یہ ایک بنیادی اور واضح عقیدہ ہے، جو مسیح کی آمد ثانی اور آخری عدالت کے گرد گھومتا ہے۔ دونوں مذاہب میں قیامت کا تعلق آخرت اور خدا کے سامنے حساب سے ہے، لیکن تفصیلات اور اس کی نوعیت میں فرق پایا جاتا ہے۔ (حوالہ)

یہود و نصاریٰ کا موت کے بارے میں عقیدہ:

یہودیت اور عیسائیت دونوں میں موت اور آخرت کے بارے میں مختلف تصورات ہیں، جو عہد قدیم (پرانی کتاب) اور عہد جدید (انجیل) میں بیان کیے گئے ہیں۔

یہودیت میں موت کا عقیدہ:

یہودیت کے عقائد میں موت اور آخرت کے بارے میں روایتی اور جدید دونوں نظریات پائے جاتے ہیں۔ بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کی روح جسم سے جدا ہو جاتی ہے، اور قیامت کے دن اس کا حساب کتاب ہو گا۔

1. روح کا زندہ رہنا: تورات (عہد قدیم) میں موت کے بعد کی زندگی کا ذکر نسبتاً کم ہے، لیکن یہودیت کی بعض کتب جیسے "کتب حکمت" اور "کتب انبیاء" میں یہ خیال ملتا ہے کہ روح ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔

"اور خاک میں سوئے ہوئے بہتیرے جاگ اٹھیں گے، کچھ ہمیشہ کی زندگی کے لیے اور کچھ ہمیشہ کے لیے شرمندگی اور رسوائی کے لیے"۔[30]

2. آخرت میں حساب: یہودی عموماً ایمان رکھتے ہیں کہ موت کے بعد ایک دن قیامت آئے گی، جس دن اللہ کے سامنے حساب ہو گا۔ کچھ یہودی عقائد میں یہ بھی ہے کہ صرف نیک لوگ ہی دوبارہ زندہ کیے جائیں گے، جبکہ بدکار ہمیشہ کے لیے فنا ہو جائیں گے۔

3. گہینا (جہنم): یہودیت میں "گہینا" (Gehenna) کے تصور کا ذکر ملتا ہے جو ایک قسم کی سزا کا مقام ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں برے لوگوں کو عذاب دیا جائے گا۔ اس کا ذکر تورات میں کہیں نہ کہیں کنایہ کے طور پر بھی ملتا ہے۔

عیسائیت میں موت کا عقیدہ:

عیسائیت میں موت اور آخرت کے بارے میں تفصیلی عقائد موجود ہیں جو زیادہ تر انجیل اور دیگر مقدس کتابوں پر مبنی ہیں۔

1. قیامت: عیسائیت میں قیامت کا عقیدہ بنیادی اصول ہے۔ عیسیٰ مسیح کی دوبارہ زندگی پانے کا واقعہ عیسائیوں کے لیے ایک نمونہ ہے کہ موت کے بعد انسان دوبارہ زندہ ہو گا۔

"میں قیامت اور زندگی ہوں؛ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے اگرچہ وہ مر جائے تو بھی زندہ رہے گا۔"[31]

2. فردوس اور جہنم: عیسائی عقیدے کے مطابق، مرنے کے بعد ہر انسان کی روح یا تو فردوس (جنت) میں چلی جاتی ہے یا جہنم میں۔ یہ اس کی زندگی کے اعمال پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ کس راہ پر جاتا ہے۔ فردوس میں داخلے کے لیے عیسیٰ مسیح پر ایمان بنیادی شرط ہے۔

3. عذاب اور اجر: انجیل میں ذکر ہے کہ قیامت کے بعد خدا انصاف کرے گا اور ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزا

یا سزا دے گا۔

"اور یہ عذاب کے لیے اُٹھیں گے لیکن راستباز زندگی کے لیے"۔[32]

مجموعی طور پر، یہودیت اور عیسائیت میں موت کے بعد زندگی کا تصور موجود ہے، لیکن یہودیت میں اس کا ذکر نسبتاً کم ہے اور زیادہ تر جدید مفسرین نے اس کی وضاحت کی ہے۔ عیسائیت میں، خاص طور پر عیسیٰ مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے کے واقعے کے بعد، یہ عقیدہ ایک اہم اصول بن گیا ہے۔ دونوں ادیان میں انسان کے اعمال پر آخرت میں اس کی جزا و سزا کا انحصار ہے۔

قیامت کے بارے میں عرب کا عقیدہ:

اسلام سے پہلے عرب کے عقائد میں قیامت کے دن، آخرت اور دوبارہ جی اٹھنے کے تصورات موجود نہیں تھے یا بہت کم تھے۔ عرب کی اکثریت ان تصورات کا انکار کرتی تھی، اور ان کے معاشرتی اور مذہبی اعتقادات میں قیامت یا بعد از موت کی زندگی کا کوئی خاص مقام نہیں تھا۔ اس بات کا ذکر سورہ القیامہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو اکٹھا نہیں کر سکیں گے؟ کیوں نہیں، ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں۔ لیکن انسان چاہتا ہے کہ اپنی آگے کی زندگی میں بدکاری کرتا رہے۔ پوچھتا ہے کہ وہ قیامت کب ہوگی؟"[33]

یہ آیات اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ کچھ عرب قیامت پر یقین نہیں رکھتے تھے اور قیامت کے وقوع پذیر ہونے کو ممکن نہیں سمجھتے تھے۔ سورہ النحل میں بھی اس بارے میں ذکر ہے کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو بعید از قیاس سمجھتے تھے:

"اور وہ کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں غائب ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر نئے سرے سے پیدا ہوں گے؟ بلکہ وہ اپنے پروردگار کی ملاقات کے منکر ہیں۔"[34]

عربوں کے عقائد اور ان کے نظریات کے حوالے سے ابنِ ہشام نے "سیرت النبی" میں عربوں کے معاشرتی اور مذہبی حالات کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اسلام سے پہلے کے عرب اکثر موت کے بعد زندگی پر یقین نہیں رکھتے تھے اور ان کے ہاں زندگی کی آخری منزل موت ہی تھی۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ موت کے بعد انسان کا کوئی وجود نہیں رہتا، اور اس پر قیامت کا تصور ان کے لئے نیا اور ناقابل یقین تھا۔[35]

امام طبری[36] اپنی کتاب میں ذکر کرتے ہیں کہ قریش اور دیگر قبائل کے بہت سے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر آخرت اور قیامت کے تذکرے کو رد کرتے تھے اور اسے افسانہ قرار دیتے تھے۔ ان کے نزدیک یہ ایک ناقابل یقین بات تھی کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی مل سکتی ہے۔[37]

آسمان و زمین قدیم ہیں یا حادث:

یہودیت میں زمین و آسمان کے حادث ہونے کا نظریہ تورات کی کتاب پیدائش (Genesis) میں ملتا ہے، جہاں

کائنات کی تخلیق کا بیان کیا گیا ہے۔ یہ بیان تورات کے ابتدائی الفاظ سے شروع ہوتا ہے: "شروع میں خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا"۔[38]

اس سے یہودیت کی قدیم روایت میں اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ خدا نے زمین و آسمان کو ایک مخصوص وقت میں تخلیق کیا، جو حادث ہونے کی نشاندہی کرتا ہے، یعنی کائنات خود بخود قدیم نہیں بلکہ ایک تخلیق کا نتیجہ ہے۔

دنیا فانی ہے اور آخرت ابدی:

دنیا کی فنا اور آخرت کے قیام کا علم اور حکمت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اور یہ حقیقت قرآن مجید اور احادیث میں کئی مقامات پر بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ قیامت کا وقت اور دنیا کی فنا کا علم صرف اسی کو ہے، اور اس میں اس کی بڑی حکمت ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ لقمان میں فرمایا ہے:

"بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، اور وہی بارش برساتا ہے، اور جو کچھ ماؤں کے رحم میں ہے جانتا ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کمائے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔"[39]

اسی طرح سورہ اعراف میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

"آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ کہہ دو کہ اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے۔ اسے اپنے وقت پر وہی ظاہر کرے گا۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے۔ تم پر وہ اچانک ہی آجائے گی۔"[40]

اسی طرح سورہ آل عمران میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

"ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے، اور تمہیں قیامت کے دن پورے پورے بدلے دیے جائیں گے۔ پھر جسے آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا، وہ کامیاب ہو گیا۔"[41]

اسی طرح حدیث مبارکہ میں ہے:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "قیامت کی گھڑی کا علم پانچ چیزوں میں سے ہے، جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔"[42]

مذکورہ دلائل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دنیا کی فنا، قیامت کا وقت، اور آخرت کا علم اللہ کے پاس ہے، اور اس میں بڑی حکمتیں ہیں جن کو انسان سمجھنے سے قاصر ہے۔

مشرکین کا آخرت کے انکار کی وجوہات:

قرآن مجید میں آخرت کے انکار پر مشرکین کے مختلف دلائل اور ان کے جواب بیان کیے گئے ہیں۔ مشرکین کے آخرت کا انکار کرنے کی وجوہات کو قرآن میں بیان کیا گیا ہے:

مشرکین کا ماننا تھا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ناممکن ہے۔ ان کا یہ خیال تھا کہ جب انسان کی ہڈیاں گل سڑ کر مٹی بن جاتی ہیں، تو اسے دوبارہ کیسے زندہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے حوالے قرآن میں موجود ہیں، چنانچہ سورۃ النحل میں فرمانِ الٰہی ہے:

"اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں پیدا کیا اور مرنے کے بعد پھر زندہ نہیں کرے گا۔"[43]

دنیاوی سوچ اور مادی نظریات کی بنا پر مشرکین آخرت کو محض ایک خیالی بات سمجھتے تھے۔ ان کا ماننا تھا کہ آخرت کی زندگی کی حقیقت محض ایک کہانی ہے۔ سورۃ الجاثیہ میں ہے:

"اور وہ کہتے ہیں کہ ہماری دنیاوی زندگی کے سوا کوئی زندگی نہیں، ہم مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں بس زمانہ مار دیتا ہے۔ ان کو اس کا کچھ علم نہیں، وہ محض گمان سے بات کرتے ہیں۔"[44]

مشرکین یہ دلیل دیتے تھے کہ اگر ایک زندگی ختم ہو گئی تو اس کے بعد دوبارہ زندگی کیسے ہو گی؟ ان کا یہ خیال تھا کہ ایسا ممکن نہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ وجود میں آئیں۔ سورہ یٰسین میں فرمانِ الٰہی ہے:

"اور وہ ہمارے بارے میں مثالیں دیتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، کہتا ہے کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ تم کہو کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار پیدا کیا۔ وہ ہر مخلوق کو جانتا ہے۔"[45]

مشرکین نے آخرت پر اس بنیاد پر شک کیا کہ ان کے آباء واجداد کو بھی اس کا علم نہیں تھا اور نہ ہی وہ دوبارہ زندہ کیے گئے تھے۔ اس طرح انہوں نے اس بات کو اپنی دلیل بنایا کہ اگر ایسا ہوتا تو پہلے لوگ بھی زندہ ہوتے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"یہ بات ہمارے دین میں نہیں آئی، یہ تو محض ایک بناوٹ ہے۔ کیا ہم سب میں سے بس اسی پر یہ وحی اتری ہے؟ بلکہ یہ لوگ میری وحی سے شک میں ہیں، بلکہ انہوں نے میری عذاب کو بھی چکھ لیا ہے۔"[46]

یہ دلائل اور ان کے رد قرآن میں مختلف مقامات پر بیان کیے گئے ہیں، اور قرآن ہر جگہ ان کی باتوں کا جواب عقل، قدرتِ الٰہی اور اللہ کے علم کی وسعت کے حوالے سے دیتا ہے۔

وجود آخرت پر دلائل:

عالم آخرت کے وجود پر کئی دلائل دیے گئے ہیں جو قرآن مجید اور حدیث میں موجود ہیں۔ یہ دلائل عقلی اور نقلی دونوں پہلوؤں پر مبنی ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کی زندگی کے بعد ایک اور زندگی بھی موجود ہے جہاں ہر انسان کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہو گا۔ قرآن مجید میں آخرت کا تصور بارہا واضح کیا گیا ہے مثلاً:

"تم اللہ کا کیسے انکار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے، تو اس نے تمہیں زندگی دی، پھر وہ تمہیں موت دے گا، پھر دوبارہ زندگی بخشے گا، پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔"[47]

"تو کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے ؟ تو (اللہ) بلند اور برتر ہے، حقیقی بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔"[48]

"اور وہ ہماری مثال دے کر اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ کہنے لگا کہ ان ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جبکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہیں ؟ آپ فرمادیجئے کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر مخلوق کا علم رکھتا ہے۔" [49]

یہ آیات یہ بتاتی ہیں کہ زندگی کا اصل مقصد اور اختتام اس دنیا کے بعد کا ایک ابدی انجام ہے، جہاں انسان کو اپنے اعمال کی جزا یا سزا ملے گی۔

احادیث مبارکہ میں بھی آخرت کے وجود سے متعلق دلائل کئی روایتوں میں موجود ہیں، چند ایک درج ذیل میں بیان کی جاتی ہیں:

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت کے دن انسان کے قدم اس وقت تک ہل نہ سکیں گے جب تک اس سے چار باتوں کا سوال نہ کیا جائے گا: (1) اس نے اپنی زندگی کیسے گزاری، (2) اپنے علم پر کتنا عمل کیا، (3) اپنا مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اور (4) اپنی جسمانی قوتیں کس کام میں صرف کیں۔"[50]

امام غزالی[51] رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"آخرت کا عقیدہ انسانی فطرت میں موجود ہے، اور ہر ذی شعور اس بات کا قائل ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہوگی، جہاں ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ ملے گا۔"

عالم آخرت کا عقیدہ اسلامی عقائد کا بنیادی حصہ ہے، جو قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔ یہ عقیدہ انسان کو نیکی کی طرف رغبت دلاتا ہے اور اسے برائی سے روکتا ہے تاکہ وہ آخرت میں کامیابی حاصل کر سکے۔[52]

حواشی

....

[1] (قال المفسرون: لما بُعِثَ رسول الله صلى الله عليه وسلم جَعَلَ المشركون يتساءلون بينهم، فيقولون: ما الذي أتى به؟ ويتجادلون، ويختصمون فيما بعث به، فنزلت هذه الآية، ابن جوزی، جمال الدین، ابوالفرج، عبدالرحمن بن علی، (597ھ)، زاد المسیر فی علم التفسیر، (بیروت: دار الکتاب العربی، 1422ھ)، 4: 387)

[2] **ابن منظور افریقی (711ھ):**

ابن منظور مشہور لغت نگار اور مؤرخ تھے، جن کا تعلق افریقہ (موجودہ تیونس) سے تھا۔ وہ عربی زبان کے عظیم لغت "لسان العرب" کے مصنف ہیں، جو لغوی ذخیرے کا ایک شاہکار ہے۔ ابن منظور نے ادب، تاریخ، اور فقہ پر بھی گہرے

اثرات چھوڑے۔ ان کی علمی زندگی میں مختلف علمی اور عدالتی ذمہ داریاں شامل رہیں۔ ان کا کام اسلامی ثقافت کے عظیم ورثے کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ (النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ،9: 228)

3 (ای سال بعضھم بعضا ، ابن منظور، محمد بن مکرب بن علی، جمال الدین ابن منظور الافریقی، (711ھ)، لسان العرب، (بیروت: دار صادر، 1414ھ)، 11: 318)

4 **امام فخر الدین رازی (606ھ)**

امام رازی مشہور فلسفی، مفسر، اور متکلم تھے، جن کا تعلق ایران کے شہر ری سے تھا۔ وہ علم کلام اور فلسفہ اسلامی کے بڑے ماہرین میں شامل تھے۔ ان کی مشہور تفسیر "تفسیر کبیر" قرآنی آیات کی گہری علمی تحقیق پیش کرتی ہے۔ انہوں نے فلسفہ، منطق، اور طب پر بھی تصانیف تحریر کیں۔ ان کے نظریات نے بعد کے فلسفیوں اور متکلمین کو بہت متاثر کیا۔ (سیر اعلام النبلاء، 21: 500)

5 (وَقَدْ يُسْتَعْمَلُ أَيْضًا فِي أَنْ يَتَحَدَّثُوا بِهِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ بَعْضِهِمْ لبعض سؤال ، تفسیر رازی، فخر الدین، محمد الرازی المشتہر بخطیب الریّ، (604ھ)، تفسیر کبیر و مفاتیح الغیب، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1420ھ)، 13: 6)

6 **امام ابو منصور ماتریدی (333ھ)**

ابو منصور ماتریدی علم کلام کے ماہر اور ماتریدیہ مکتب فکر کے بانی تھے، جو احناف کے عقائد کی تعبیر پیش کرتا ہے۔ ان کا تعلق سمرقند (موجودہ ازبکستان) سے تھا۔ ان کی مشہور کتاب "کتاب التوحید" عقائد کے موضوع پر بنیادی کام تصور کی جاتی ہے۔ انہوں نے عقل و نقل کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ان کے نظریات نے حنفی عقائد کی بنیادوں کو مضبوط کیا اور اشعری مکتب فکر کے ساتھ اہم مکالمہ قائم کیا۔ (طبقات الشافعیۃ الکبری، 3: 139)

7 (اختلف في التساؤل: فمنهم من ذكر أن التساؤل كان عن أمر النبي صلى الله عليه وسلم، سألوا عن اله:و بي أم ليس بنبي؟ ومنهم من ذكر أن التساؤل كان عن القرآن: أنه من اللّه تعالى أو ليس من الله تعالى؟ أو يتساءلون فيما بينهم: هل تقدرون على إتيان مثله أم لا ' ماتریدی، محمد بن محمد بن محمود، ابو منصور ماتریدی، (333ھ)، تاویلات اھل السنۃ، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1426ھ)، 10: 389)

8 (كَلَّا سَيَعْلَمُونَ تَهْدِيدٌ وَالتَّهْدِيدُ لَا يَلِيقُ إِلَّا بِالْكُفَّارِ، فَثَبَتَ أَنَّ الضَّمِيرَ فِي قَوْلِهِ: يَتَساءَلُونَ عائِدٌ إِلَى الْكُفَّارِ، رازی، تفسیر رازی، 31: 6)

9 (وَالِاحْتِمَالُ الثَّانِي: أَنَّ الَّذِينَ كَانُوا يَتَسَاءَلُونَ هُمُ الْكُفَّارُ وَالْمُؤْمِنُونَ، وَكَانُوا جَمِيعًا يَتَسَاءَلُونَ عَنْهُ، أَمَّا الْمُسْلِمُ فَلِيَزْدَادَ بَصِيرَةً وَيَقِينًا فِي دِينِهِ، وَأَمَّا الْكَافِرُ فَعَلَى سَبِيلِ السُّخْرِيَةِ، أَوْ عَلَى سَبِيلِ إِيرَادِ الشُّكُوكِ وَالشُّبُهَاتِ. وَالِاحْتِمَالُ الثَّالِثُ: أَنَّهُمْ كَانُوا يَسْأَلُونَ الرَّسُولَ، وَيَقُولُونَ مَا هَذَا الَّذِي تَعِدُنَا بِهِ مِنْ أَمْرِ الْآخِرَةِ. رازی، تفسیر رازی، 31: 6)

10 **امام راغب اصفہانی (المتوفی502ھ)**

امام راغب اصفہانی کا پورا نام ابوالقاسم حسین بن محمد بن مفضل اصفہانی تھا۔ وہ چوتھی صدی ہجری کے مشہور مفسر، لغوی اور ادیب تھے۔ ان کی کتاب "المفردات في غريب القرآن" قرآن کریم کے الفاظ کی تشریح اور مفہوم سمجھنے میں اہمیت رکھتی ہے۔ وہ اسلامی علوم میں گہری بصیرت رکھتے تھے اور ان کے علمی مقام کو علمی حلقوں میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ ان کی کتابوں میں فلسفہ، اخلاقیات، اور تفسیر قرآن پر خاص زور دیا گیا ہے۔ (النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ، 5: 321)

11 (الفرق بين النبأ والخبر: النبأ: الخبر الذي له شأن عظيم، وقال الراغب: النبأ خبر ذو فائدة عظيمة يحصل به علم أو غلبة ظن، عسکری، ابوہلال حسن بن عبداللہ عسکری، (395ھ)، معجم الفروق اللغویۃ، (موسسۃ النشر الاسلامی التابعہ لجماعۃ المدرسین، 1412ھ)، 529)

12 **امام مجاہد بن جبر (المتوفی104ھ)**

امام مجاہد بن جبر مکہ کے مشہور تابعی اور مفسر قرآن تھے۔وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے اور قرآن کریم کی تفسیر میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کو تفسیر کے ساتھ تین مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پڑھا۔ان کے تفسیری اقوال کو مختلف کتب تفسیر میں نقل کیا گیا ہے۔ (طبقات ابن سعد، 5: 214)

13 (عَنْ مُجَاهِدٍ، فِي قَوْلِهِ: {عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ عَنِ النَّبَأِ الْعَظِيمِ} ، يَعْنِي: «الْقُرْآنَ»، مجاہد، 694/ قَالَ مُجَاهِدٌ وَالْأَكْثَرُونَ: هُوَ الْقُرْآنُ، بغوی، ابو محمد، حسین بن محمود بغوی، (516ھ)، معالم التنزیل، (دار الطیبہ للنشر والتوزیع، 1417ھ)، 8: 309)

14 **ابن عباس (المتوفی68ھ)**

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو "ترجمان القرآن" کہا جاتا ہے۔آپ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے اور آپ کے لئے نبی اکرم ﷺ نے دعا کی کہ اللہ انہیں دین کی گہری سمجھ عطا فرمائے۔آپ تفسیر قرآن، حدیث، اور فقہ کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ان کی تفسیر کو "تفسیر ابن عباس" کے نام سے شہرت حاصل ہے۔ان کے شاگردوں نے ان کے علم کو آگے منتقل کیا۔(سیر اعلام النبلاء، 3: 331)

15 (عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: هُوَ الْقُرْآنُ، دَلِيلُهُ قَوْلُهُ: قُلْ هُوَ نَبَأٌ عَظِيمٌ. أَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ فَالْقُرْآنُ نَبَأٌ وَخَبَرٌ وَقَصَصٌ، وَهُوَ نَبَأٌ عَظِيمُ الشَّأْنِ، قرطبی، ابوعبداللہ، محمد بن احمد القرطبی، (671ھ)، الجامع لاحکام القرآن الشہیر بتفسیر القرطبی، (مصر: دار الکتب المصریہ القاہرہ، (1484ھ)، 19: 170)

16 **قتادہ بن دعامہ (المتوفی 118ھ)**

قتادہ بن دعامہ بصری ایک معروف تابعی، مفسر قرآن اور محدث تھے۔وہ بصری مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے اور قرآن کریم کی تفسیر میں اپنی گہری بصیرت کے لئے مشہور تھے۔ان کے شاگردوں نے ان کے تفسیری اقوال کو جمع کیا اور ان کی علمی خدمات کو زندہ رکھا۔ان کا زیادہ تر کام قرآن کے الفاظ کی وضاحت اور احکام کی تشریح پر مشتمل تھا۔ (سیر أعلام النبلاء، 5: 269)

17 (عن قتادة: عن النبإ (الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ) البعث بعد الموت، طبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، 24: 150)

18 (ثم قال عزوجل: الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ يعني: مصدقاً ومكذباً. يعني: بالبعث بعضهم مصدق، وبعضهم مكذب. ويقال: بالقرآن، ويقال: بمحمد صلى الله عليه وسلم، سمرقندی، ابواللیث، نصر بن محمد سمرقندی، (373ھ)، بحر العلوم الشہیر بتفسیر سمرقندی، (مکتبہ شاملہ)، 3: 536)

19 (پانی پتی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، (1225ھ)، تفسیر مظہری، (کراچی: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1423ھ)، 10: 207)

20 **حسن بصری رحمہ اللہ (المتوفی:110ھ)**

حسن بصری تابعین میں سے تھے اور علم، تقویٰ، اور زہد میں مشہور تھے۔ آپ کی پیدائش 21 ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوئی اور آپ کا اصل نام "الحسن بن أبي الحسن البصري" تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور کئی صحابہ کرام سے احادیث روایت کیں۔ آپ کی مجالس میں زہد، تقویٰ، اور آخرت کی یاد دلائی جاتی تھی۔ تفسیر، حدیث، اور فقہ میں ان کا نمایاں مقام ہے۔ ان کی وفات 110 ہجری میں بصرہ میں ہوئی۔ (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، جلد 7)

[21] (عَن الْحسن فِي قَوْله: {كلا سيعلمون ثمَّ كلا سيعلمون} قَالَ: وَعِيد بعد وَعِيد، سیوطی، عبدالرحمن بن ابی بکر، جلال الدین سیوطی، (911ھ)، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، (بیروت: دار الفکر، سطن)، 8: 390)

[22] **امام ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ (المتوفی:105ھ):**

امام ضحاک ایک مشہور مفسر، محدث، اور تابعی تھے، جنہوں نے 19 ہجری میں پیدا ہونے کے بعد کئی صحابہ کرام سے علم حاصل کیا۔ وہ قرآنی تفسیر میں گہرے علم کے حامل تھے اور ان کے شاگردوں میں مشہور مفسرین شامل ہیں۔ آپ نے زیادہ تر قرآنی علوم اور روایات پر کام کیا۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے 100,000 سے زائد احادیث روایت کیں۔ ان کی وفات 105 ہجری کے قریب ہوئی۔ (ابن عساکر، تاریخ دمشق، جلد 12)

[23] (وذُكر عن الضحاك بن مزاحم في ذلك ما حدثنا ابن حميد، قال: ثنا مهران، عن أبي سنان، عن ثابت، عن الضحاك (كَلا سَيَعْلَمُونَ) الكفار (ثُمَّ كَلا سَيَعْلَمُونَ) المؤمنون، وكذلك كان يقرأها، طبری، تفسیر طبری، 24: 151)

[24] (قَالَ الْقَاضِي: وَيُحْتَمَلُ أَنْ يُرِيدَ بِالْأَوَّلِ سَيَعْلَمُونَ نَفْسَ الْحَشْرِ وَالْمُحَاسَبَةِ، وَيُرِيدُ بِالثَّانِي سَيَعْلَمُونَ نَفْسَ الْعَذَابِ إِذَا شَاهَدُوهُ وَثَالِثُهَا: كَلَّا سَيَعْلَمُونَ مَا اللَّهُ فَاعِلٌ بِهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ أَنَّ الْأَمْرَ لَيْسَ كَمَا كَانُوا يَتَوَهَّمُونَ مِنْ أَنَّ اللَّهَ غَيْرُ بَاعِثٍ لَهُمْ، تفسیر رازی، تفسیر کبیر و مفاتیح الغیب، 31: 7)

[25] (فیروز آبادی، ابو طاہر، محمد بن یعقوب فیروز آبادی، (819ھ)، القاموس المحیط، (مکتب تحقیق التراث فی موسسۃ الرسالۃ، 1426ھ)، 51)

[26] **علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی:774ھ):**

مکمل نام "ابوالفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر" ہے، پیدائش 701 ہجری میں شام کے علاقے بصرہ میں ہوئی۔ تفسیر القرآن کی مشہور کتاب تفسیر ابن کثیر کے مصنف ہیں۔ فقہ، حدیث، اور تاریخ میں ان کا بڑا مقام ہے، خصوصاً کتاب البدایہ والنہایہ میں اسلامی تاریخ کا احاطہ کیا۔ ان کے اساتذہ میں امام ابن تیمیہ شامل ہیں۔ ان کی وفات 774 ہجری میں دمشق میں ہوئی۔ (ابن حجر، الدرر الکامنہ، جلد 1)

[27] (ثُمَّ قَالَ تَعَالَى مُتَوَعِّدًا لِمُنْكِرِي الْقِيَامَةِ: {كَلا سَيَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلا سَيَعْلَمُونَ} وَهَذَا تهديدٌ شَدِيدٌ وَوَعِيدٌ أَكِيدٌ، ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 8: 302)

[28] (ردع: الرَّدْعُ: الكَفُّ عَنِ الشَّيْءِ. رَدَعَه يَرْدَعه رَدْعاً فارْتَدَعَ: كفَّه فكفَّ، ابن منظور، لسان العرب 8: 121)

29 (وَالْمَعْنَى لَيْسَ الْأَمْرُ كَمَا يَقُولُهُ هَؤُلَاءِ فِي النَّبَإِ الْعَظِيمِ إِنَّهُ بَاطِلٌ أَوْ إِنَّهُ لَا يَكُونُ، وَقَالَ قَائِلُونَ كَلَّا مَعْنَاهُ حَقًّا، ثُمَّ إِنَّهُ تَعَالَى قَرَّرَ ذَلِكَ الرَّدْعَ وَالتَّهْدِيدَ، تفسیر رازی، تفسیر کبیر و مفاتیح الغیب، 31: 7)

[30] (دانی ایل 12:2)

[31] (یوحنا 11:25)

[32] (متی25:46)

[33] (القیامہ:3-6)

[34] (النحل:38)

[35] (تاریخ ابن کثیر)

[36] **علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ(المتوفی:310):**

آپ کا مکمل نام "محمد بن جریر بن یزید الطبری" تھا، پیدائش 224 ہجری میں طبرستان میں ہوئی۔ اسلامی تاریخ اور تفسیر کے عظیم مفسر"جامع البیان عن تأویل آی القرآن" ان کی مشہور تفسیر ہے۔ فقہ میں بھی اعلیٰ مقام رکھتے ہیں، اور ان کی کتب اسلامی تاریخ کے بنیادی مآخذ میں شامل ہیں۔ آپ کی وفات 310 ہجری میں بغداد میں ہوئی۔ (الخطیب بغدادی، تاریخ بغداد، جلد 2)

[37] (تاریخ طبری)

[38] (کتاب پیدائش1:1)

[39] (سورہ لقمان: 34

[40] (سورہ الاعراف: 187)

[41] (سورہ آل عمران: 185)

[42] (فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ). ثُمَّ تَلَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: {إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ الساعة} الآية، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب سؤال جبریل النبی عن الایمان والاسلام والاحسان وعلم الساعة،بخاری،ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل بخاری،(256ھ)،الجامع الصحیح،(دمشق:دارابن کثیر،دارالیمان،1414ھ)،کتاب الرقاق،باب کیف الحشر،حدیث: 50)

[43] (سورۃ النحل: 38)

[44] (سورۃ الجاثیہ: 24)

[45] (سورۃ یٰسین: 78-79)

[46] (سورۃ ص: 7-8)

[47] (سورہ البقرہ: 2:28)

[48] (سورہ المومنون: 115-116)

[49] (سورہ یٰسین: 78-79)

[50] (عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الأَسْلَمِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: «لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ القِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَ فَعَلَ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ» هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جُرَيْجٍ هُوَ بَصْرِيٌّ، وَهُوَ مَوْلَى أَبِي بَرْزَةَ، وَأَبُو بَرْزَةَ اسْمُهُ: نَضْلَةُ بْنُ عُبَيْدٍ

"، ترمذی، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ ترمذی، (279ھ)، سنن الترمذی، (مصر: شرکۃ مکتبہ ومطبعہ مصطفی البابی الحلبی، 1395ھ)، ابواب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، باب فی القیامت، حدیث: 2417)

[51] **امام غزالی رحمہ اللہ (المتوفی: 505ھ):**

مکمل نام "ابوحامد محمد بن محمد الغزالی" تھا، اور 450 ہجری میں طوس (ایران) میں پیدا ہوئے۔ فلسفہ، تصوف، فقہ، اور اصول الدین میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ ان کی مشہور کتب احیاء علوم الدین اور تہافت الفلاسفہ ہیں۔ اسلامی فکر میں ان کا اثر آج تک محسوس کیا جاتا ہے۔ ان کی وفات 505 ہجری میں طوس میں ہوئی۔ (ابن جوزی، صفۃ الصفوہ، جلد 2

[52] (امام غزالی، احیاء العلوم، 4: 748)

Ibn Jauzi, Jamal al-Din, Abu al-Faraj, Abdul Rahman bin Ali, (597H), *Zad al-Maseer fi 'Ilm al-Tafsir*, (Beirut: Dar al-Kitab al-Arabi, 1422H), 4:387)

Ibn Manzur al-Afriki (711H)

Ibn Manzur was a famous lexicographer and historian from Africa (present-day Tunisia). He is the author of the monumental Arabic dictionary *Lisan al-Arab*, a masterpiece of linguistic scholarship. Ibn Manzur also made significant contributions to literature, history, and jurisprudence. Throughout his scholarly life, he held various academic and judicial responsibilities. His work is considered part of the great heritage of Islamic culture.

(*Al-Nujum al-Zahira fi Muluk Misr wa al-Qahira*, 9:228)

Ibn Manzur, Muhammad bin Mukarram bin Ali, Jamal al-Din Ibn Manzur al-Afriki, (711H), *Lisan al-Arab*, (Beirut: Dar Sader, 1414H), 11:318)

Imam Fakhr al-Din al-Razi (606H)

Imam al-Razi was a renowned philosopher, exegete, and theologian from the city of Ray in Iran. He was one of the leading experts in Islamic theology and philosophy. His famous *Tafsir al-Kabir* provides in-depth scholarly analysis of Quranic verses. He also wrote works on philosophy, logic, and medicine. His ideas had a profound influence on later philosophers and theologians.

(*Siyar A'lam al-Nubala*, 21:500), (Beirut: Dar Ihya' al-Turath al-Arabi, 1420H), 13:6)

Imam Abu Mansur Maturidi (333H)

Abu Mansur Maturidi was an expert in Islamic theology (Ilm al-Kalam) and the founder of the Maturidi school of thought, which interprets the beliefs of the Hanafi school. He was from Samarkand (present-day Uzbekistan). His famous book *Kitab al-Tawhid* is considered a foundational work on Islamic creed. He sought to harmonize reason and revelation, and his ideas strengthened the foundations of Hanafi beliefs while engaging in significant dialogue with the Ash'ari school of thought.

(*Tabaqat al-Shafi'iyya al-Kubra*, 3:139)

Maturidi, Muhammad bin Muhammad bin Mahmoud, Abu Mansur Maturidi, (333H), *Tawilat Ahl al-Sunnah*, (Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyya, 1426H), 10:389)

Razi, *Tafsir Razi*, 31:6)

Razi, *Tafsir Razi*, 31:6)

Imam Raghib Isfahani (d. 502H)

The full name of Imam Raghib Isfahani was Abu al-Qasim Husayn bin Muhammad bin Mufaddal Isfahani. He was a prominent exegete, linguist, and literary scholar of the 4th century Hijri. His book *Al-Mufradat fi Gharib al-Quran* is significant for understanding the meanings and interpretation of Quranic words. He possessed deep insight into Islamic sciences, and his scholarly status was recognized in academic circles. His works emphasized philosophy, ethics, and Quranic exegesis.

(*Al-Nujum al-Zahira fi Muluk Misr wa al-Qahira*, 5:321)
Asakari, Abu Halal Hasan bin Abdullah Asakari, (395H), *Mu'jam al-Furuq al-Lughawiyya*, (Mu'assasat al-Nashr al-Islami al-Tabi'a li Jami'at al-Mudarrisin, 1412H), 529)

Ibn Abbas (died 68H)

Hazrat Abdullah ibn Abbas (RA) is known as *Tarjuman al-Quran* (the Interpreter of the Quran). He was the cousin of the Prophet ﷺ, and the Prophet ﷺ prayed for him to be granted deep understanding of religion. He is considered an expert in Quranic exegesis, hadith, and Fiqh. His tafsir is widely known as *Tafsir Ibn Abbas*. His students transmitted his knowledge to future generations.

- **Seer A'lam al-Nubala**, 5:269
- **Tabari, Jami' al-Bayan 'an Ta'wil Ay al-Qur'an**, 24:150

Qatadah ibn Di'amah (died 118H)

Qatadah ibn Di'amah al-Basri was a well-known Tabi'i, Quranic exegete, and hadith scholar. He belonged to the Basri school of thought and was famous for his deep insight into Quranic interpretation. His students compiled his exegetical statements, preserving his scholarly contributions. Most of his work focused on clarifying the words of the Quran and explaining its rulings.

- **Samarkandi, Abu al-Laith, Nasr bin Muhammad Samarkandi** (373H), *Bahr al-Ulum al-Shahir bi-Tafsir Samarkandi* (Maktabah Shamila), 3:536
- **Panipati, Qazi Thanaullah Panipati** (1225H), *Tafsir Mazhari* (Karachi: Zia al-Quran Publications, 1423H), 10:207

Hasan al-Basri (may Allah have mercy on him, died 110H)

Hasan al-Basri was among the Tabi'in (followers of the companions) and was renowned for his knowledge, piety, and asceticism. He was born in 21H in Madinah, and his full name was *Al-Hasan ibn Abi al-Hasan al-Basri*. He met Hazrat Ali (RA) and narrated hadiths from many companions of the Prophet ﷺ. His gatherings focused on asceticism, piety, and reminders of the Hereafter. He held a prominent position in Tafsir, Hadith, and Fiqh. He passed away in 110H in Basra.

- **Ibn Sa'd, al-Tabaqat al-Kubra**, Jild 7
- **Suyuti, Abdul Rahman bin Abi Bakr, Jalal al-Din Suyuti** (911H), *Al-Durr al-Manthur fi al-afsir bi al-Mathur* (Beirut: Dar al-Fikr, s.a.), 8:390 Imam Dhahhak bin Mazahim (may Allah have mercy on him) (d. 105H):

Imam Dhahhak was a renowned Mufassir (Quranic exegete), Muhaddith (Hadith scholar), and Tabi'i. Born in 19H, he acquired knowledge from many Sahabah. He possessed deep knowledge of Quranic exegesis, and his students included prominent Mufassirs. He primarily focused on Quranic sciences and narrations. It is well-known that he transmitted over 100,000 Hadiths. He passed away around 105H.

Allama Ibn Kathir (may Allah have mercy on him) (d. 774H):

His full name is **Abu al-Fida Isma'il bin Umar Ibn Kathir**. He was born in 701H in the Basra region of Syria. He is the author of the famous *Tafsir al-Quran*, known as *Tafsir Ibn Kathir*. He held a prominent position in Fiqh, Hadith, and History, particularly covering Islamic history in his book *Al-Bidayah wa'l-Nihayah*. Among his teachers was Imam Ibn Taymiyyah. He passed away in 774H in Damascus. (Ibn Hajar, *Al-Durar al-Kamina*, Jild 1)

Ibn Asakir, *Tarikh Dimashq*, Jild 12
Tafsir Tabari, 24:151
(Fayruzabadi, Abu Tahir, Muhammad bin Ya'qub Fayruzabadi, 819H, *Al-Qamus al-Muheet*, Maktab Tahqiq al-Turath fi Mu'assasat al-Risalah, 1426H), 51
Ibn Kathir, *Tafsir al-Quran al-Azeem*, 8:302
Ibn Manzur, *Lisan al-Arab*, 8:121

Tafsir Razi, *Tafsir Kabeer wa Mafatih al-Ghaib*, 31:7
(Daniel 12:2)
(John 11:25)
(Matthew 25:46)
(Al-Qiyamah: 3-6)
(An-Nahl: 38)
(Tarikh Ibn Kathir)
Allama Ibn Jarir al-Tabari, may Allah have mercy on him (d. 310 AH):
His full name was "Muhammad ibn Jarir ibn Yazid al-Tabari." He was born in 224 AH in Tabaristan. He was a great scholar of Islamic history and Qur'anic exegesis, and his famous tafsir is *Jami' al-Bayan 'an Ta'wil Ay al-Qur'an*. He also held a high position in Islamic jurisprudence, and his works are considered fundamental sources in Islamic history. He passed away in 310 AH in Baghdad.
(Al-Khatib al-Baghdadi, Tarikh Baghdad, Jild 2)
(Tarikh Tabari)
(Kitab Pidaish 1:1)
(Surah Luqman: 34)
(Surah Al-A'raf: 187)
(Surah Aal-Imran: 185)
(Bukhari, Abu Abdullah, Muhammad ibn Isma'il Bukhari, 256 AH, al-Jami' al-Sahih, (Dimashq: Dar Ibn Kathir, Dar al-Yaman, 1414 AH), Kitab al-Riqaq, Bab Kayfa al-Hashr, Hadith: 50)
(Surah An-Nahl: 38)
(Surah Al-Jathiyah: 24)
(Surah Ya-Sin: 78-79)
(Surah Sad: 7-8)
(Surah Al-Baqarah: 2:28)
(Surah Al-Mu'minun: 115-116)
(Surah Ya-Sin: 78-79)
(Tirmidhi, Abu 'Isa, Muhammad ibn 'Isa Tirmidhi, 279 AH, Sunan al-Tirmidhi, (Misr: Sharikat Maktabah wa Matba'ah Mustafa al-Babi al-Halabi, 1395 AH), Abwab Sifat al-Qiyamah wa al-Raqa'iq wa al-Wara', Bab fi al-Qiyamat, Hadith: 2417)
Imam Al-Ghazali (may Allah have mercy on him) (d. 505 AH):
His full name was *Abu Hamid Muhammad ibn Muhammad al-Ghazali*. He was born in 450 AH in Tus (Iran). He held a distinguished position in philosophy, Sufism, jurisprudence, and the principles of religion. His famous works include *Ihya' 'Ulum al-Din* (Revival of the Religious Sciences) and *Tahafut al-Falasifah* (The Incoherence of the Philosophers). His influence on Islamic thought is still felt to this day. He passed away in 505 AH in Tus. (Ibn al-Jawzi, *Sifat al-Safwah*, Vol. 2)
(Imam Ghazali, Ihya al-'Ulum, 4:748)